ہر سال 8مارچ کو خواتین کے حقوق کا دن منایا جاتا ہے۔ حقوق نسواں کی تحریکیں(women's rights and feminist movements) کی طرف سے عورتوں کے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں دو تین بنیادی سوالات پر غور کرنے کی ضرورت ہے:

بنیادی حقوق سے مراد کیا ہے ؟٭ان حقوق کا تعین کون کرے گا؟٭کیا ہمارے معاشرے میں عورت کو وہ حقوق مل رہے ہیں؟ نہیں تو نہ ملنے کی وجوہات کیا ہیں ؟ اور اس کا حل کیا ہے؟

ان حقوق کا تعین کون کرے گا ؟

٭خواہشات نفس کا تابع انسان؟سوسائٹی؟وقت کی غالب قوم اور اس کے قانون دان؟ یا وہ خالق ومالک جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

٭ کوئی معاشرہ ہو تہذیب ہو یا تمدن اس کی اصل شناخت وہ بنیادی نظریات ہیں جن پر ان کی تہذیب قائم ہے۔ تہذیب کی بنیاد عقیدہ پر ہوتی ہے ۔مغرب کے تمام تر فلسفہ کی بنیاد مادیت پر ہے کہ یہ کائنات جو کچھ بھی ہے، مادہ کی خودبخود تبدیلی ہوتی ہوئی مختلف شکلیں اور اس کے مرحلہ وار مظاہر ہیں، مادہ خود ہی متحرک ہے اور مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب سب کچھ خودبخود ہی ہو رہا ہے تو اپنا ایجنڈا، سسٹم اور ہدف طے کرنا بھی اسی کا کام ہے اور اسے باہر سے کسی ڈکٹیشن کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی بنیاد پر مغرب کا کہنا ہے کہ سوسائٹی اپنا ایجنڈا خود طے کرے گی، اپنا نظام خود بنائے گی، اپنا نفع و نقصان خود سمجھے گی اور ہر معاملے میں اس کی اپنی سوچ ہی حرفِ آخر ہوگی۔ جبکہ اس کے مقابلے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کائنات نہ خودبخود وجود میں آئی ہے اور نہ ہی خودبخود چل رہی ہے بلکہ اسے ایک بالاتر قوت نے بنایا ہے اور وہی قوت اسے چلا رہی ہے۔ اس لیے کائنات کا نظام، ایجنڈا اور پھر اس کے اندر انسانی سوسائٹی کا نظام اور ایجنڈا تشکیل دینا بھی اسی قوت کا کام ہے جس نے اسے بنایا ہے اور جو اسے چلا رہی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام اور مغرب کے درمیان صرف تہذیب ہی کا ٹکراؤ نہیں بلکہ عقیدہ کا ٹکراؤ بھی ہے، اور ایمان و عقیدہ کے اس ٹکراؤ نے ہی تہذیب و ثقافت کی کشمکش کا روپ دھار رکھا ہے۔وہ فرماتا ہے:”لوگوں،اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیے“۔

٭ اس لیے عورت ہو یا مرد حقوق کا تعین کرتے ہوئے ہمیں پیش نظر یہ رکھنا ہے کہ بنانے والے نے کس کے ذمے کیا فرائض رکھے ہیں اور کیا حقوق رکھے ہیں ؟

1۔زندگی کا حق

ہمارے ہاں ’’دیوان حماسہ‘‘ کے نام سے عربی ادب کی ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے، دینی اداروں کے نصاب میں بھی یہ کتاب ہے اور ایم اے عربی کے نصاب میں بھی یہ کتاب شامل ہے۔ یہ عربی ادب کی کلاسیکل کتابوں میں سے ہے جس میں مختلف شعراء کا کلام ہے، اس میں ایک شاعر کا قصیدہ مذکور ہے جس کا ایک مصرعہ عرض کرنا چاہوں گا۔ ایک عرب سردار سے کسی نے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اسے یہ رشتہ مانگنا پسند نہ آیا، اس نے رشتہ مانگنے والے کو اشعار میں جواب دیا جن کا ایک مصرعہ یہ ہے:

غدا الناس مذ قام النبی الجواریا۔  
کہ جب سے یہ نبی آیا ہے، دنیا میں ہر طرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوگئی ہیں۔

اس لیے مجھ سے رشتہ مانگنے کیوں آئے ہو، جاؤ کسی اور سے مانگو، اب تو رشتوں کی بہتات ہوگئی ہے۔ یعنی اس عرب سردار کا دورِ جاہلیت کی اس رسم بد کی طرف اشارہ تھا جو رسول اللہؐ نے آکر عرب معاشرے میں سے ختم کر دی تھی۔ اکثر عرب قبائل میں یہ رواج تھا کہ لوگ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَھُوَ کَظِیْم (سورۃ النحل: ۵۸) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جائے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ جناب نبی کریمؐ نے یہ رسم بد ختم کی اور عورت کے لیے زندگی کا حق بحال کیا، اسلام نے عورت کو زندہ رہنے کا حق دلوایا۔

عرب کے بڑے شعراء میں سے ایک شاعر ہیں فرزدق، ان کے دادا صعصعہ اپنا واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا اونٹ گم ہوگیا تو میں اس کی تلاش میں جنگل کی طرف نکل گیا، اتنے میں رات ہوگئی۔ میں ایک خیمے کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ سردی سے بچنے کے لیے ایک آدمی آگ سینک رہا تھا، میں بھی اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اسے بتایا کہ میرا اونٹ گم ہوگیا ہے جس کی تلاش میں رات ہوگئی ہے اس لیے میں آج رات تمہارے پاس ہی رہوں گا اور پھر کل نکل کر پھر اپنے اونٹ کو تلاش کروں گا۔ لیکن تم یہاں باہر کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا کہ میری بیوی اندر خیمے میں ہے جس کے ہاں ولادت متوقع ہے اور میں یہاں باہر اس کا انتظار کر رہا ہوں۔صعصعہ کہتے ہیں کہ میرے بیٹھے بیٹھے اس نے اندر آواز دی کہ اگر بیٹا پیدا ہوا تو مجھے بتانا لیکن اگر بیٹی ہوئی تو خیمے کے پچھلے دروازے سے نکل کر اسے گڑھے میں دبا دینا۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے آواز آئی کہ بچی پیدا ہوئی ہے۔ صعصعہ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ یہ لوگ تو اس بچی کو زندہ دفن کر دیں گے، میں نے اس آدمی پیشکش کی کہ اگر تم یہ بچی مجھے دے دو تو میں اس کے عوض تمہیں ایک اونٹ دوں گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اونٹ کے عوض بچی بیچ دی۔ صعصعہ کہتے ہیں کہ میں اس بچی کو لے کر آگیا اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایسی بات ڈالی کہ جہاں کہیں مجھے پتہ چلتا کہ کسی خاندان میں بچی ہوئی تو وہ اسے دفن کر دیں گے میں جا کر اونٹ کے عوض بچی لے آتا۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری حویلی میں تین سو بچیوں کی پرورش ہو ری تھی۔

ہمارے معاشرے میں یہ بات اب بھی ہے کہ بچے کی ولادت پر جیسی خوشی ہوتی ہے بچی کی ولادت پر ویسی خوشی نہیں ہوتی۔ میں نے کچھ عرصہ قبل یہ خبر پڑھی کہ انڈین گورنمنٹ نے الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ ماں کے پیٹ میں بچے کی جنس معلوم کرنے پر پابندی لگا دی، اس لیے کہ جب شادی شدہ جوڑے کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ بچی پیدا ہوگی تو وہ حمل گرا دیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیں کہ رسول اللہؐ کے گھر میں کوئی بیٹا جوان نہیں ہوا جبکہ بیٹیاں ساری جوان ہوئیں اور سب کی شادیاں ہوئیں۔ حضورؐ نے ان کی پرورش کر کے دنیا کو دکھایا کہ بچیوں کے ساتھ معاملہ کیسے کیا جاتا ہے۔ حضورؐ کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے لیکن بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔ بچیاں سب جوان ہوئیں حضورؐ نے ان کے ناز اٹھائے اور یہ بتایا کہ بچیوں کے سر پر دستِ شفقت کیسے رکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت تھی کہ اس معاشرے میں جہاں بچیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں وہاں اللہ کے پیغمبر کے گھر میں چار بچیوں کی پرورش کر کے اور ان کی شادیاں کر کے ایک نمونہ قائم کیا کہ لڑکیاں اس سلوک کی مستحق ہوتی ہیں۔ حضورؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب آپؐ سے ملنے آتے تھے تو آپؐ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کو بٹھانے کے لیے اپنی چادر بچھا دیا کرتے تھے۔ حضرت رقیہ جب سختؓ بیمار تھیں تو رسول اللہؐ نے حضرت عثمانؓ کو جنگ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا اور حکم دیا کہ گھر میں اپنی اہلیہ کی تیمارداری کرو۔ حضورؐ نے دنیا کو یہ نمونہ دکھایا کہ بچی اور باپ کا رشتہ کیا ہوتا ہے۔

2۔تعلیم کا حق

جناب نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازمی ہے۔ حصولِ علم کی اہمیت مرد و عورت کے لیے یکساں ہے۔ جناب رسول اللہؐ سے مرد و عورت دونوں نے تعلیم حاصل کی اور پھر دونوں نے آگے امت تک یہ علم منتقل کیا۔ محدثین کرام جب روایات بیان کرتے ہیں تو مرد اور عورتوں کی روایات کو یکساں حیثیت دیتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ یعنی جو درجہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت کا ہے وہی درجہ ان کی بیٹی حضرت عائشہؓ کی روایت کا بھی ہے، اور جو درجہ حضرت عمرؓ کی روایت کا ہے وہی درجہ ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ کی روایت کا بھی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں خواتین نے جس طرح تعلیم حاصل کر کے آگے دوسروں کو تعلیم دی حضرت عائشہؓ اس کی بہترین مثال ہیں۔ حضرت عائشہؓ براہ راست جناب رسول اللہؐ کی شاگرد تھیں، حضورؐ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ کے جو بڑے بڑے علمی مراکز قائم ہوئے ان میں ایک بڑا علمی مرکز حضرت عائشہؓ کا بھی تھا۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کی رحلت کے بعد تقریباً چالیس سال تک تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ جاری رکھا، ان کا علمی مقام یہ تھا کہ وہ خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی فتویٰ دیا کرتی تھیں اور بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ پر نقد کیا کرتی تھیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو خود فقیہ ہیں اور حدیث کے بڑے راویوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم قط الا وجدنا فیہ عندھا علمًا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم صحابہ کسی مشکل میں پھنسے ہوں اور حضرت عائشہؓ کے پاس راہنمائی اور علم نہ ملا ہو۔

اسلامی تاریخ میں تعلیم و تعلم کے حوالے سے، معاملات میں راہنمائی کے حوالے سے اور لوگوں تک علم پہنچانے کے حوالے سے خواتین کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ حضرت امام مالک بن انسؒ کی بیٹی اس مقام کی محدثہ تھیں کہ وہ اپنے والد کی درسگاہ کے ایک طرف پردے کے پیچھے بیٹھی ہوتی تھیں اور جب امام صاحبؒ کے شاگرد پڑھنے میں کوئی غلطی کر جاتے، جو امام مالکؒ کی توجہ میں نہ آتی، تو ان کی بیٹی پردے کے پیچھے سے تپائی پر ہاتھ مار کر ان کو توجہ دلاتی کہ پڑھنے والے سے غلطی ہوگئی ہے لہٰذا دوبارہ پڑھوایا جائے۔ اسی طرح حضرت امام شافعیؒ کی والدہ ایک مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہوئیں، ان کے ساتھ ایک دوسری عورت گواہ بھی تھی۔ مقدمے کے دوران قاضی نے کہا کہ میں تم دونوں سے الگ الگ گواہی لوں گا تا کہ میں جان سکوں کہ تمہارے بیانات آپس میں ملتے ہیں۔ امام شافعیؒ کی والدہ نے قاضی سے کہا کہ قرآن کی رو سے آپ ایسا نہیں کر سکتے اس لیے کہ قرآن نے دو عورتوں کی گواہی کی وجہ ہی یہ بتائی ہے کہ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی (سورۃ البقرہ: ۲۸۲) تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرادے۔ چنانچہ ہمارے اچھے زمانوں میں عورتوں کے علم کا یہ معیار ہوتا تھا کہ ایک خاتون عدالت کے اندر قاضی کے سامنے قرآن کریم سے دلیل پیش کر کے اسے اپنا طریقہ کار تبدیل کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں ڈاکٹر محمد اکرم ندوی، انہوں نے اسلامی تاریخ میں سے تقریباً آٹھ ہزار محدثات کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ یہ الوفاء فی اخبار النساء کے نام سے چالیس جلدوں پر مشتمل کتاب ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ اسلام عورتوں کی تعلیم کو کتنی اہمیت دیتا ہے اور مسلم تاریخ میں تعلیم و تعلم کے حوالے سے عورتوں کا کیا کردار رہا ہے۔

3۔رائے کا حق

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہماری گھریلو عورتوں کو رائے دینے کا اور کسی معاملے میں آواز اٹھانے کا حق نہیں ہوتا تھا۔ ہم مرد جو فیصلہ کر دیتے تھے بس وہی آخری ہوتا تھا ، عورت سے اس کے متعلق کوئی مشورہ نہیں لیا جاتا تھا۔ لیکن جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کا ماحول ذرا مختلف تھا، یہاں عورتیں گھر کے معاملات میں رائے دیا کرتی تھیں کہ یہ بات یوں نہیں بلکہ یوں ہونی چاہیے۔ خاوند کوئی غلط بات کرتا تھا تو بیوی خاوند کو ٹوک دیتی تھی کہ یہ بات یوں نہیں بلکہ یوں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بیوی نے گھر کی کسی بات پر مجھے ٹوک دیا کہ یہ بات ایسے نہیں بلکہ ویسے ہونی چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ میں تو ہکا بکا رہ گیا کہ یہ کیا ہوگیا، میں نے کہا کہ تمہارا س سے کیا تعلق ہے کہ تم مجھے مشورہ دے رہی ہو اور مجھے ٹوک رہی ہو۔ وہ کہنے لگی کہ میرا بھی یہ حق ہے کہ میں معاملات میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ عورتوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ رائے اور مشورہ دیں۔ فرماتے ہیں کہ اس پر میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ حضرت میرے ساتھ ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ایسا تو رسول اللہؐ کے گھر میں ہوتا ہے۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات حضورؐ کو مشورہ بھی دیتی ہیں اور آپؐ کو معاملات میں جواب بھی دیتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حیرانی سے پوچھا کہ کیا اَزواجِ مطہرات حضورؐ کو جواب بھی دیتی ہیں! ان کی اہلیہ نے کہا کہ ہاں بالکل۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے اٹھا اور بھاگا بھاگا اپنی بیٹی اور حضورؐ کی زوجہ حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچ گیا۔ پوچھا کہ حفصہ! میں نے سنا ہے کہ تم گھر میں رسول اللہؐ کو مشورہ بھی دیتی ہو اور کسی معاملے میں جواب بھی دیتی ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہاں ساری ازواج ایسا کرتی ہیں۔ اب حضرت عمرؓ کے ذہن میں ایک بات تو یہ تھی مکہ مکرمہ میں عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں، دوسری بات یہ ذہن میں تھی کہ ان کے خاوند تو رسول اللہؐ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ بیٹی ! ایسا نہ کیا کرو تم شاید عائشہؓ کو دیکھ کر ایسا کرتی ہو، عائشہؓ کی بات اور ہے ایسا نہ ہو کہ حضورؐ تم سے ناراض ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا ازواج ایسا کرتی ہیں، انہوں نے بتایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے کبھی حضورؐ ہم سے ناراض ہوجاتے ہیں کبھی ہم میں سے کوئی حضورؐ سے ناراض ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضورؐکی اہلیہ ام سلمہؓ کے پاس گیا، حضرت ام سلمہؓ حضرت عمرؓ کی کزن بھی تھیں اور نسبتاً بڑی عمر کی سمجھدار خاتون تھیں۔ حضرت عمرؓ نے سوچا کہ ان سے ذرا سنجیدگی سے بات کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے ام سلمہؓ سے پوچھا کہ مجھے یہ شکایت ملی ہے اور میرے لیے یہ ایک نئی بات ہے کیا ایسا ہوتا ہے؟ انہوں نے تصدیق کی کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا کی بندیو! ایسا مت کیا کرو۔ ام سلمہؓ الٹا حضرت عمرؓ سے جھگڑ پڑیں اور کہنے لگیں عمر! تم ہر معاملے میں مداخلت کرتے ہو، اب میاں بیوی کے معاملے میں بھی دخل اندازی کرنے آگئے ہو۔ ہم جانیں اور حضورؐ جانیں، تمہارا اِس میں کیا کام ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے اٹھا اور جناب نبی کریمؐ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج تو میرے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب سارا قصہ سنایا تو حضورؐ خاموشی سے سنتے رہے اور جب حضرت عمرؓ نے یہ بتایا کہ ام سلمہؓ نے تو مجھے ڈانٹ دیا ہے تو حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ آخر ام سلمہؓ ہے۔

اسلام نے دورِ جاہلیت کے عرب معاشرے کی حالت کیسے بدلی اور نبی کریمؐ نے اپنے اصحابؓ کی تعلیم و تربیت کس انداز سے کی۔ یہی حضرت عمر فاروقؓ جو فرماتے تھے کہ عورت کے لیے رائے کا حق ماننا میرے لیے حیرانگی اور تعجب کی بات تھی، انہی کے متعلق تفسیر ابن کثیر میں ایک واقعہ نقل ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجد نبوی میں جمعے کے خطبے کے دوران ایک اعلان فرمایا کہ آج کل لوگ شادی میں مہر کے لیے بڑی بڑی رقمیں مقرر کرنے لگ گئے ہیں، بعد میں لوگ یہ رقمیں ادا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آپس میں جھگڑوں کی نوبت آجاتی ہے، اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ کسی شادی میں چار سو درہم سے زیادہ مہر کی رقم مقرر نہ کی جائے۔

یہ مسئلہ آج کے دور میں بھی ایک پریشان کن مسئلہ ہے کہ لوگ شادی کے وقت تو جوش و خروش میں مہر کی بڑی بڑی رقمیں مقرر کر لیتے ہیں لیکن بعد میں جب ادائیگی کی باری آتی ہے تو مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ ہمیں پاکستان کے ماحول میں ایسی صورتحال سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں نے ایک جگہ نکاح پڑھاتے وقت پوچھا کہ بھئی مہر کی رقم کیا مقرر کی ہے؟ کہنے لگے کہ وہی شرعی مہر بتیس روپے چھ آنے۔ میں نے کہا خدا کے بندو! یہ شرعی مہر تم لوگوں نے کہاں سے نکال لیا۔ فیصل آباد سے بارات آئی تھی، میں نے دولہے سے پوچھا کہ بارات کے ساتھ کتنی گاڑیاں لائے ہو؟ کہنے لگا کہ پانچ فلائنگ کوچز لے کر آیا ہوں۔ میں نے پوچھا انہیں کتنے پیسوں میں بُک کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ گیارہ ہزار روپے میں۔ میں نے کہا اللہ کے بندے اس غریب دلہن کو کم از کم دس ہزار روپے مہر تو دو۔ ہمارے ہاں شادی کی غیر ضروری رسموں پر لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں لیکن دلہن بیچاری کو دینے کے لیے نہ جانے کس شریعت کی رو سے بتیس روپے چھ آنے کا مہر مقرر کرتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ کوئی شرعی مہر نہیں ہے، شرعی مہر تو لڑکے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ مہرکا اصول یہ ہے کہ اس کی رقم لڑکے پر بوجھ نہ ہو اور لڑکی کے لیے باعثِ عار نہ ہو، یعنی لڑکے کو قرض لے کر نہ دینا پڑے اور لڑکی کے لیے اس کی سہیلیوں اور رشتہ داروں کے سامنے شرمندگی کا باعث نہ ہو۔

ایک اور شادی میں ایسا ہوا کہ نکاح پڑھاتے وقت میں نے پوچھا کہ کتنا مہر مقرر کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دو لاکھ روپے۔ میں اس خاندان کو جانتا تھا کہ لڑکے کی حیثیت اتنی نہیں ہے کہ وہ دو لاکھ روپیہ دے سکے۔ میں نے اس کے والد سے بات کی کہ اتنا زیادہ مہر مقرر کر رہے ہو لڑکا کیسے دے گا؟ باپ کہنے لگا ’’اللہ کولوں خیر منگو، اساں کیڑا دینا اے‘‘ (اللہ سے خیر مانگیں، ہم نے کونسا اتنا مہر دینا ہے) ۔ میں نے کہا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے ذہن میں یہ تھاکہ مہر تب ادا کرنا پڑتا ہے جب بیوی کو طلاق دینی ہو۔ ہمارے ہاں یہ غلط فہمی عام پائی جاتی ہے کہ مہر تب دینا ہوتا ہے جب جھگڑا ہو جائے اور طلاق کی نوبت آجائے۔ میں نے کہا کہ بھئی مہر کا تعلق طلاق سے نہیں بلکہ نکاح سے ہے، نکاح ہوجائے اور میاں بیوی گھر میں آباد ہوجائیں تو مہر واجب ہو جاتا ہے۔ مہر کی حیثیت قرضے کی ہے، جس طرح کسی سے لیا ہوا قرضہ واپس کرنا ضروری ہے اسی طرح بیوی کا مہر ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر خاوند فوت ہو جائے اور اس نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا ہوا تو ترکہ میں سے جو قرضہ ادا ہوگا اس میں سے مہر بھی ادا ہوگا اور بیوی کو وراثت سے جو حصہ ملے گا وہ مہر کی رقم کے علاوہ ہوگا۔

خیر بات دور نکل گئی، حضرت عمر فاروقؓ نے حکم نامہ جاری کر دیا کہ آج کے بعد چار سو درہم سے زیادہ کوئی مہر کی رقم مقرر نہ کرے۔ درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا سکہ ہوتا تھا، پاکستان میں آج کل کے ریٹ کے حساب سے چار سو درہم کی رقم کا اندازہ کر لیا جائے۔ جمعہ پڑھ کر باہر نکلے تو قریش کی ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو روک لیا اور پوچھا، امیر المؤمنین آپ نے مہر کی رقم پر پابندی لگا دی ہے۔ فرمایا ہاں لگا دی ہے۔ اس نے پوچھا کہ آپؓ نے یہ فرمایا ہے کہ چار سو درہم سے زیادہ کسی عورت کو مہر نہ دیا جائے۔ فرمایا ہاں میں نے یہ کہا ہے۔ اس عورت نے کہا آپ کو اس کا اختیار کس نے دیا ہے کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ اندازہ فرمائیں کہ ایک عورت مسجد نبوی کے دروازے پر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو ٹوک رہی ہے اور اپنی بات پر قرآن کریم کا حوالہ دے رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، خدا کی بندی! قرآن کریم میں یہ مسئلہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ قرآن کریم میں ہے اور میں آپ کو بتاتی ہوں۔ قرآن کریم میں ہے فَآتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْہُ شَیْءًا (النساء: ۲۰) کہ اگر تم (خاوندوں) نے اپنی عورتوں کو انبار برابر رقم بھی دے دی ہے تو واپس نہ مانگنا شروع کر دو۔ اس آیت میں خاوند سے بیوی کو ملنے والی رقم کا ذکر کیا گیا ہے، خاوندوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر تم خاوندوں نے اپنی بیویوں کو ڈھیروں رقم بھی دے دی ہے تو اب واپس نہ مانگنا شروع کر دو، جو دے دیا بس دے دیا۔ عورت کہنے لگی ، امیر المؤمنین! قرآن کریم تو ہمیں خاوندوں سے ڈھیروں دلواتا ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ چار سو درہم سے زیادہ مت دو۔

حضرت عمرؓ کی جو صفات بیان ہوتی ہیں ان میں سے ایک صفت یہ بھی آتی ہے کہ کان وقافًا عند کتاب اللّٰہ کہ قرآن کریم کا حکم سامنے آنے پر وہ فورًا رک جایا کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ انہی قدموں پر واپس مسجد نبوی میں گئے اور لوگوں کو بلایا کہ بھئی بات سنو۔ فرمایا کہ میں نے ابھی تمہارے سامنے یہ اعلان کیا تھا کہ چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے، مجھے مسجد کے دروازے پر ایک خاتون نے روکا ہے اور قرآن کریم کی آیت کا حوالہ دیا ہے۔ خدا کی قسم اس آیت کی طرف میرا پہلے دھیان نہیں تھا اس عورت نے میری توجہ اس طرف دلائی ہے، وہ ٹھیک کہتی ہے جبکہ میرا اعلان غلط تھا۔ امرأۃ أصابت وأخطأ رجل لہٰذا میں اپنا اعلان واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک جملہ ہنستے ہنستے دل لگی کے انداز سے فرمایاکہ اب تو مدینہ کی عورتیں عمر سے بھی زیادہ قرآن جاننے لگی ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ اس زمانے میں عورت کی رائے کا اور عورت کے علم کا معیار کیا تھا کہ ایک عورت حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ راشد کو اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور کر سکتی تھی۔ آج کی عورت بھی یہ کر سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے پاس علم اور دلیل ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بریرہؓ نامی ایک لونڈی آئی اور عرض کیا کہ میں نے اپنے مالک خاندان سے یہ سودا کیا ہے کہ اتنے پیسے مجھ سے لے لو اور مجھے آزاد کر دو۔ غلامی کے دور میں ایک طریقہ یہ بھی ہوتا تھا کہ غلام پیسے دے کر آزاد ہو جائے۔ بریرہؓ نے کہا کہ میرے مالک خاندان والے طے شدہ رقم قسطوں میں لے کر مجھے آزاد کرنے پر راضی ہیں۔ میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ میں خود بہت غریب ہوں اگر آپ میرے ساتھ کچھ تعاون فرماتی رہیں تو میں کچھ سالوں میں وہ قسطیں ادا کر کے آزاد ہو جاؤں گی۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ لڑکی سمجھدار ہے اور اچھی ہے، عقلمند آدمی چہرے مہرے سے اور گفتگو سے اندازہ کر لیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ سے کہا کہ جاؤ اپنے خاندان والوں سے معلوم کرو کہ اگر میں سارے پیسے اکٹھے ادا کر دوں تو کیا وہ تمہیں مجھ پر بیچ دیں گے؟ میں تمہیں ابھی خرید کر آزاد کر دیتی ہوں۔ بریرہؓ پوچھ کر واپس آئی اور بتایا کہ وہ مجھے بیچنے پر راضی ہیں لیکن ان کی شرط یہ ہے کہ وَلا ان کی ہوگی۔ وَلا وراثت کے درجات میں ایک آخری درجہ ہے۔ کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جس کا کوئی والی اور کوئی وارث نہ ہو، رشتہ داروں اور متعلقین میں ایسا کوئی بھی نہیں ہو جو وراثت کا حق دار بن سکے تو ایسے شخص کا ترکہ وراثت کے آخری درجہ وَلا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اگر وہ شخص آزاد کردہ غلام ہو تو پھر یہ وَلا اس کا حق ہوتی ہے جس نے اس غلام کو آزاد کیا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں وَلا کا معاملہ انہی لوگوں کے ساتھ ہوتا تھا جو کہیں سے غلام بنا کر لائے گئے ہوتے تھے اور ان کا کوئی رشتہ دار وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔ بریرہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ وہ مجھے سارے پیسے اکٹھے لے کر بیچنے پر راضی ہیں لیکن وہ حق الولاء مانگ رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب سارے پیسے میں دے رہی ہوں تو وَلا کا حق ان کا کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے جناب نبی کریمؐ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اس طرح میں لونڈی کو آزاد کرنے کے لیے پورے پیسے دے رہی ہوں لیکن وہ وَلا کا حق مانگ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے پیسے دے کر لونڈی کو خریدا ہے وَلا کا حق اسی کا ہے۔

یہ لونڈی بریرہؓ ایک شخص مغیثؓ کے نکاح میں تھی۔ لونڈی کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہوتا تھا کہ اگر لونڈی کے مالکان نے اس کا نکاح اپنی مرضی سے کہیں کر دیا ہو تو آزاد ہونے کے بعد اس کے پاس یہ اختیار آجاتا ہے کہ وہ یہ نکاح توڑ سکتی تھی۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں خیارِ عتق کہتے ہیں۔ بریرہؓ لونڈی تھی ، اس لیے مالکوں نے اپنی مرضی سے مغیثؓ کے ساتھ اس کی شادی کر دی تھی۔ اب شادی میں عورت کی اپنی مرضی ہونی چاہیے جبکہ لونڈی ہونے کی وجہ سے بریرہؓ کا یہ حق استعمال نہیں ہوا تھا۔ جب حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کو آزاد کروایا تو بریرہؓ نے کہا کہ میں رہوں گی تو آپ کی خدمت میں ہی لیکن مغیثؓ کے ساتھ میں اپنا نکاح ختم کرتی ہوں۔ مغیثؓ کو پتہ چلا تو وہ بہت رنجیدہ ہوا، پہلے تو اس نے خود بریرہؓ سے بات کی پھر کسی سے سفارش کروائی لیکن وہ نہ مانی۔ کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، ایسا کرنا میرا حق تھا جو میں نے استعمال کیا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ مغیثؓ مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا اور کہتا پھرتا تھا کہ کوئی ہے جو بریرہؓ سے میری سفارش کرے۔ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہؐ بازار میں جا رہے تھے دیکھا کہ ایک طرف سے مغیث آرہا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آواز لگائے جا رہا تھا کہ کوئی ہے جو بریرہؓ سے میری سفارش کر دے۔ حضورؐ نے عبد اللہ بن عباسؓ فرمایا اس کی محبت دیکھو اور اس کی نفرت دیکھو۔ اِس کا حال یہ ہے کہ اس کے پیچھے مارا مارا پھر رہا ہے اور وہ اِس کا نام بھی سننا نہیں چاہتی۔ یہ منظر دیکھ کر جناب نبی کریمؐ نے خود سفارش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اب ذرا تصور کیجیے کہ بریرہؓ کون تھی? ایک آزاد کردہ لونڈی تھی، حضرت عائشہؓ کی خادمہ تھی اور انہی کے گھر میں رہتی تھی۔ اور اس سے سفارش کر رہے ہیں جناب رسول اللہؐ۔ کیا اس سے بڑی سفارش کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضورؐ نے بریرہؓ کو بلایا اور مغیثؓ کی بابت پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ بریرہؓ نے معاملہ بتایا اور پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا ایسا کرنا میرا حق تھا یا نہیں؟ فرمایا حق تو بہرحال تھا۔ بریرہؓ نے کہا کہ بس میں نے اپنا حق استعمال کیا۔ آپؐ نے فرمایا، نظر ثانی کی کوئی گنجائش ہے، کیا تم اس فیصلے سے رجوع کر سکتی ہو؟ بریرہؓ نے پوچھا، یا رسول اللہؐ! جو آپ فرما رہے ہیں یہ حکم ہے یا مشورہ؟ بریرہؓ بھی ایک صحابیہ تھی اور جانتی تھی کہ اگر آپؐ کا حکم ہے تو پھر کسی مسلمان کی یہ مجال نہیں کہ اس سے اعراض کر سکے، مرضی ہو یا نہ ہو، جی چاہے یا نہ چاہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حکم نہیں ہے بلکہ مشورہ ہے۔ بریرہؓ نے کہا لا حاجۃ لی فیہ پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ذرا سوچیے کہ اسلام عورت کو رائے کا حق دیتا ہے یا نہیں۔ ایک عورت اپنی رائے کا حق کس ہستی کے سامنے استعمال کر رہی ہے اور کس شخصیت کا مشورہ رد کر رہی ہے۔اس کے بعد بھی بریرہؓ بطور خادمہ حضورؐ کے گھر میں اور حضرت عائشہؓ کی خدمت میں رہی لیکن حضورؐ نے کبھی یہ نہیں جتایا کہ بریرہؓ تم نے میری بات نہیں مانی۔ اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ کسی دباؤ کے بغیر آزادانہ طور پر اپنی رائے کا استعمال کرے، اس بات کا اس واقعہ سے بڑا مظاہرہ کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے اپنی گفتگو میں رسول اللہؐ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے قرآن و سنت کی رو سے نہ صرف عورتوں کے حقوق کا تعین کیا ہے بلکہ آپؐ نے اور آپؐ کے اصحاب نے ان حقوق کی ادائیگی کی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا ہے اور جناب نبی کریمؐ کا عورتوں کے ساتھ معاملہ کیسا تھا، عورتوں کی آزادی کے حوالے سے، ان کے حقوق کے حوالے سے اور ان کی رائے کے احترام کے حوالے سے۔ یہ بتانے کے لیے میں نے چند واقعات کے ذریعے آپ کے سامنے عورتوں کے حقوق کے حوالے سے کچھ گزارشات پیش کی ہیں۔

٭ اسلام نےعورت کو وہ سارے حقوق دیے اور بن مانگے دیے جن کے لیے آج کی عورت ماری ماری پھر رہی ہے ۔

**4۔جائیداد میں حق :**  اسلام کی روسے وراثت میں لڑکوں کی طرح لڑکیوں کا بھی حق ہے۔ قرآن مجید میں صاف کہا گیاہے کہ ماں باپ کی وراثت میں لڑکیوں کا بھی حصہ ہے۔ اس طرح عورت بیٹی،بیوی، ماں مختلف حیثیتوں سے میراث میں حصہ دار قرار پاتی ہیں۔ اتناہی نہیں اسلام میں عورت کو جائیداد کوخرید نے اور بیچنے کاپورا اختیار ہے نیز پیسہ کمانے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کا بھی پورا حق حاصل ہے۔

**5۔ شادی میں مرضی کا حق:** اسلام شادی کے معاملے میں مرضی، پسند، محبت اور مفاہمت کوآخری حدتک اہمیت دیتا ہے اور صحیح معنوں میں میاں بیوی کورفیقِ زندگی اور شریک زندگی کا درجہ دیتا ہے۔قرآن مجید میں عورتوں کو مردوں کی کھیتی کہا گیا ہے۔ بہت سے لوگ اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں مگر اس کی حقیقت پر غور نہیں کرتے۔وہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام عورت کو صرف بچہ پیدا کرنے کی مشین سمجھتا ہے جبکہ عورت کو مرد  کی کھیتی کہنے کی حقیقت یہ ہے کہ کسان کو کھیتی سے والہانہ عشق ہو تا ہے، وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کو ہر آفت سے بچاتا ہے۔ ہر وقت اس کا دل کھیتی اور اس سے متعلق کا روبار میں پڑا رہتا ہے نیزوہ صرف اپنی ہی کھیتی کو دیکھ کر خوش ہو تا ہے دوسرے کی کھیتی سے اسے کوئی واسطہ اور مطلب نہیں ہوتا۔اسلام چاہتا ہے کہ جو تعلق کھیتی اور کسان کے درمیان ہوتا ہے وہی تعلق میاں اور بیوی کے درمیان بھی ہو نا چاہیے ،ویساہی عشق اور لگائو ہونا چاہیے ۔ اپنی بیوی اور شریک حیات کے علاوہ کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اسلام بار بار اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے خیرخواہ ہوں اور دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھیں اوروفاداری کاحق اداکریں۔ذرا غور کریں کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان اس قدر محبت ہو تو اس گھر کے جنت ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے۔

**6۔(خلع )خاوند سے علیحدگی ا حق :**محسنِ نسواں حضرت محمدنے فرمایا: تمام جائزکاموں میں مجھے سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔

طلاق کو اس حیثیت سے ناپسند یدہ قرار دیا گیا ہے کہ اسلام کے مزاج میں رشتوں کو جوڑ نا اور رشتوں میں محبت اور مٹھاس پیدا کرنا ہے لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے اور شوہر بیوی کے ایک ساتھ رہنے میں زندگی اجیرن ہونے لگے تو طلاق ہی احسن بن جاتی ہے اور اسلام اس کیلئے احسن طریقہ بیان کرتا ہے، جو تفصیل سے سورہ ٔطلاق میں موجود ہے۔

اِسلام نے جس طرح مردوں کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح عورتوں کو خلع کا حق دیا ہے۔ اگر شوہر اور بیوی کو اندیشہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ٹھہر ائے ہوئے حقوق اور واجبات ادانہیں ہو سکیں گے تو باہمی رضامندی سے ایسا ہو سکتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحد گی حاصل کرلے۔ قرآن کہتا ہے:اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدوں پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت کچھ دے کر شوہر سے علیحد گی حاصل کرلے، یادر کھو یہ اللہ کی ٹھہر ائی ہوئی حد بندیاں ہیں، پس ان سے باہر قدم نہ نکالو اور اپنی حدوں کے اندررہو، جو کوئی اللہ کی ٹھہر ائی ہو ئی حدبندیوں سے نکل جائیگا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو ظلم کرنیوالے ہیں(البقرہ 229)۔

##### عورت  چاہے تو اپنے نکاح نامے میں کچھ شرطیں رکھ سکتی ہے کہ ان کے پورے نہ ہو نے کی صورت میں وہ شوہر سے طلاق حاصل کر لے۔اس طرح بجاطور پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید نے قدم قدم پر عورت کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔

##### **7۔ بیو گی کی حالت میں نکاح کا حق :**

##### اسلام سے پہلے بیوہ کو بڑی ہی گری ہوئی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ہندمیں بھی قدیم زمانے میں بیوہ کو منحوس قرار دیا گیا تھا۔ آج کے سماج میں بھی بیوہ کی بے چار گی کا حال سب کو معلوم ہے۔ اسلام کا عورت کے اوپر یہ احسان ہے کہ اسے اس بیچارگی کی حالت سے نکالا ۔ اسلام میں بیوہ کی شادی کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے بلکہ حکم ہے کہ ان کو شادی کرنے سے نہ روکواور ان کی دوسری جگہ شادی کر نے میں مدد کرو۔

##### اسلام پوری انسانیت کیلئے ، بطورخاص کمزورطبقے کیلئے انصاف اورامن وآشتی کا پیام لے کرآیاہے۔ یہ وہ دین ہے جس نے کھول کھول کر انسانی زندگی کیلئے احکا مات دئیے ہیں۔ خاص طور سے عورت کی زندگی کیلئے ایسے احکامات دئیے ہیں جن سے اس کیساتھ نا انصافی نہ ہو اور معاشرہ میں اس کا درجہ بلند ہو۔وہ اس میں آرام و سکون کی زندگی گزار سکے۔

8۔٭ یہ کمانے کا حق مانگتی ہے ۔اسلام کہتا ہے اس کو کما کر کھلاﺅ ،شہزادی بنا کر رکھو یہ آبگینے ہیں قواریر ہیں ان کی حفاظت کرو۔

9۔٭وراثت کا حق دیا

10۔٭ ماں کو باپ سے تین درجے بلند مقام دیا جنت اس کے قدموں کے نیچے رکھی۔

11۔٭اس گھر کو بھی حرم قرار دیا جہاں عورت رہتی ہے ۔ بیوی کو صرف خواہش کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بلکہ گھر کی مالکہ اور شریک حیات کا مقام عطا کیا تھا اور گھر کے معاملات میں عورت کو رائے اور مشورہ کے حق سے نوازا تھا۔

12۔٭لڑائی جھگڑے مار کٹائی کرنے والے مردوں کو برے مرد کہا۔

13۔٭قصاص ودیت میں برابری دی۔

14۔٭اپنے کمائے ہوئے مال پر تصرف کا مکمل حق دیا ۔

15۔٭ آخرت کے اجر میں برابری رکھی۔

16۔لڑکی کو زندہ دفن کر دینے کی جاہلی روایت کا خاتمہ کیا تھا۔

17۔بیٹی، بہن اور ماں کے رشتے کو مقدس قرار دیا تھا اور شفقت و احترام کا ماحول قائم کیا تھا۔

18۔٭ ہر لحاظ سے برابری رکھی لیکن دائرہ کار کا فرق رکھا(They are equal but not similar) برابر ہیں لیکن ایک جیسے نہیں.جب ہم نے اس الہامی ہدایت سے منہ موڑا تو بھٹک گئے ۔آج کی عورت اﷲ ورسول کی بجائے مغرب کو راہنما مانتی ہے ۔ برابری(equality)کے پردے میں یکسانیت(similarity)مانگتی ہے؟جو اس کی ساخت بھی نہیں۔

بتائیے!آزاد وہ عورت ہے جس کا شوہر کما کر لاتا ہے،اسکے ہاتھ پر رکھتا ہے،اس کی ساری ضروریات کا خیال رکھتا ہے،اس کا محافظ ہے،محبت کرتا ہے۔

یا وہ !جو ڈ ائیوو میں موٹر وے پر آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی کر کے آتی ہے،یا لاہور سے لندن تک پھر لندن سے لاہور ،اسلام آ باد سولہ سے آٹھارہ گھنٹے کی ڈیوٹی کر کے آتی ہے اور چاہتی ہے کہ تھک کر آرام کرے ،لیکن گھر منہ کھولے کھڑا ہے۔۔۔۔۔۔ ساری ذمہ داریاں اپنی جگہ ہیں ۔راستے میں مسافروں کو بھاگ بھاگ کر لبھانا ہے۔ تھکن کا ظہار بھی نہیں کر سکتی اور گھر آکر شوہر اور بچے سب کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں !

” کون آزاد اور آسانی میں ہے ؟خود کما کر کھانے والی یا وہ جسے سب کچھ گھر بیٹھے ملتا ہے؟“

**آج کی لبرل عورت کن چیزوں سے آزادی مانگتی ہے۔**

٭ شوہر کی قوامیت سے،ماں باپ کی سر پرستی سے،بھائیوں کی غیرت بھری نگاہوں سے،مردانہ لباس پہننے کا حق مانگتی ہے، اپنے دائرے سے نکل کر مرد کے دائرے میں داخل ہونے کا حق مانگتی ہے،فوج پولیس میں بھرتی ہونے کا حق،ہر نوکری میں% 50کوٹہ مقرر کرنے کا حق، سچ بتائیے کیا یہی عورت کے حقوق ہیں جو آج کی ماڈرن عورت مانگتی ہے؟

بلکہ بات اب بہت آگے بڑھ چکی ہے۔

طوائف بننے اور ہم جنس پرستی کا حق مانگتی ہے ۔میراجسم،میری مرضی٭بغیر نکاح کے رہنے کا حق مانگتی ہے۔٭قتل اولاد کا حق مانگتی ہے۔

**سوال یہ ہے کہ! ٭کیا ان تحریکوں کے نتیجے میں عورت کو حقوق مل گئے!یا وہ مزید ظلم کا شکار ہو گئی ۔اس پر غور کیجئے۔**

٭عورت کے ساتھ تو مزید ظلم ہو گیا ۔اسے مردانہ ذمہ داریاں بھی کرنی پڑ گئیں ۔اس کے ذمے دوھرے کام آگئے۔وہ کمانے کی مشین بن گئی۔

٭قوامیت کے حفاظتی حصار سے نکل کروہ چوراہے پر کھڑی کر دی گئی ،سائن بورڈز پر آویزاں کر دی گئی ۔

٭اس کا تقدس کہاں کہاں پامال نہ ہوا،اس کو رشتوں سے کاٹ کر اکیلی ماں کا کردار ادا کرنا پڑا۔

٭ماں بہن،بیٹی اور بیوی کے مقدس مقام سے ہٹا کرsex workerبنا دینے کی سازش کی گئی،آج وہ بوائے فرینڈ ز کے ہاتھوں پٹنی ہے،مارکیٹ میں باس(Boss)کے استحصال کا شکار ہوتی ہے،فوج میں ساتھیوں(colleges)کے ہاتھوں عزت گنواتی ہے۔

٭تحریکیں حقوق نسواں(Feminism)کی ہیں لیکن ہوس کسی کی پوری کرتی نظر آتی ہیں!

٭بلندیوں پر دوران پرواز بھی سخت سردی میں کون اس کو مکمل لباس پہننے کی اجازت نہیں دیتا، سائن بورڈ اور میڈیا پر کس کی ہوس کے مظاہر ہیں؟دوہرا کام کر کے کس کی معاونت کرتی ہے؟

٭اگلا سوال یہ ہے کہ اسلام جو حقوق دیتا ہے کیا وہ ہمارے معاشرے میں عورت کو مل رہے ہیں ؟

لیکن یہ سوچنابھی اہم ہے کہ جہاں یہ حقوق نہیں مل رہے وہاں اوپر بیان کردہ عوامل کے ساتھ ساتھ کیا صرف مرد ہی عورت کا استحصال کر رہے ہیں؟ بلکہ ہمارے معاشرے میں اکثر اوقات عورت خود ہی عورت کے حقوق سلب کرتی نظر آتی ہے۔

٭بیٹی کی پیدائش پر رونے والی عورت٭ساس/بہو کے جھگڑے کی بنیاد عورت۔

٭دوسری عورت کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی عورت۔

٭بے جا اخراجات کر کے شوہر کو کرپشن پر مجبور کرنے والی عورت،اور بے شمار پہلو ہیں جن پر ہمیں غور کرنا ہے ۔معاشرہ عورت اور مرد دونوں کے ملنے سے بنتا ہے۔

٭ہمیں سوچنا ہے کہ ہمارے معاشرتی حالات میں ہماری اصل ضروریات کیا ہیں ؟یقیناً یہاں مغرب والے مسائل نہیں ،ہماری ضروریات کچھ اور ہیں۔

حقوق نسواں (Women. Issus)پر کام کرنے والے ماہرین کو مل بیٹھ کر یہ سوچنا ہو گا! ان بنیادی سوالوں کا احاطہ کر کے اس کا جواب تلاش کرنا ہو گا۔اسلام نے اگر حقوق دیے لیکن وہ ادا نہیں ہو رہے تو غور کریں خرابی کہاں ہے؟بہت سارے معاشرتی مسائل غربت،کرپشن کے ساتھ ساتھ یہ دینی تعلیم سے دوری ہے۔ ہمیں اپنے معاشرے کے نظام تعلیم پر غور کرنا ہو گا۔حقوق فرائض میں احساس ذمہ داری اجاگر کرنے والی تعلیم دیں۔

٭تاریخ گواہ ہے کہ قانون کے زور پر فرائض ادا نہیں ہوتے ۔جب کہ ایمان وتقوی کی بنیاد پر ،فضل و احسان کے معاملے ہوتے ہیں اور خاندان سنورتے ہیں۔اور معاشرہ مستحکم ہوتا ہے۔اس ایمان کی آبیاری ہماری ضرورت ہے۔

٭اس کے علاوہ تعلیم کی جہت مقرر کریں،مردوں کو کیا تعلیم دیں،عورتوں کو کس تعلیم کی ضرورت ہے۔اس کا تعین کر کے نصاب تعلیم مرتب کریں ۔

٭وراثت نہیں مل رہی قدیم جہالت ہے تو فکر آخرت مردوں اور عورتوں دونوں میں پیدا کریں ۔

قبائلی رسومات:وٹہ ،سٹی،ونی،قرآن سے شادی یہ سب قرآن اور اسلام سے دوری ہے۔ساس اور بہو کا جھگڑا بھی ان گھرانوں میں نہیں ہوتا جہاں تعلیم اور تقوی ہے۔

مردوں کو روز گار دیجئے ۔غربت کے مسائل حل کیجئے ،تاکہ عورت یکسوئی سے گھر بیٹھ کر اپنا بنیادی فرض ادا کر سکے۔البتہ جہان اسلام اجازت دیتا ہے وہاں اس کے باہر نکلنے کا دروازہ بھی بند نہیں ہونا چاہیے مثلاَ تعلیم تعلم،ظب کا میدان وغیرہ،یا کوئی مجبوری آن پڑے تو کاروبار وتجارت وغیرہ کی اجازت بھی اسلام دیتا ہے اس صورت میں اسے جائے کام work placeپر تحفظ فراہم کرنا بھی معاشرہ اور حکومت کی ذمہ داری ہے۔

٭مغربIMF ورلڈ بینک کی dictation میں اپنے معاشرے کی چولیں نہ ہلائیں۔ مغرب اپنی گمراہی سے واپس پلٹ رہا ہے ان کی عورتیں اسلام کے دامن میں پناہ لے رہی ہیں ۔ان کے مفکرین کہہ رہے ہیں” مغربی معاشرے میں سب سے زیادہ مظلوم عورت اور بچہ ہیں ۔ان سے عبرت حاصل کریں اور اپنے ممالک کو ان تجربات سے بچائیں۔Richard wikinsاور ایک سکالر پروفیسرPatrick Fogan کہتے ہیں۔مادی ترقی اور وسائل کے لحاظ سے امریکہ اور مغربی دنیا سب سے آگے ہیں اور خاندانی اقدارو روایات کے لحاظ سے مسلمانو تم سب سے آگے ہو۔اپنے اس افتخار کو ختم نہ ہونے دینا“ کا ش ہم سمجھ سکیں ۔۔۔۔

٭آپ سروے کروا کے دیکھیں آپ کے معاشرے میں کتنے%عورتوں کو یہ نہ پسند ہے کہ شوہر ان کو کما کر لا کر دیں اور وہ گھر بیٹھ کر اپنا کام کریں۔

بحیثیت عورت:ہمارا بنیادی حق یہ ہے کہ ہمیں ”عورت“ کی حیثیت سے جینے دیا جائے۔٭کمانے والی مشین نہ بنایا جائے۔

٭بحیثیت مسلمان عورت لباس پردہ حجاب ،حیا ،چادر اور چار دیواری ہمارے حقوق ہیں۔ کسی فرد اور کسی حکومت اور کسی ملک کو یہ اجازت حاصل نہیں کہ وہ ہم سے یہ حق چھیننے یا اس پر قدغن لگائے ۔